Sociology & Cultural Research Review (SCRR)
Available Online: https://scrrjournal.com
Print ISSN: 3007-3103 Online ISSN: 3007-3111
Platform & Workflow by: Open Journal Systems
https://doi.org/10.5281/zenodo.21744927

An analysis of the intellectual differences between Ghalib and Iqbal

غالب اور اقبال کے فکری اختلافات کا ایک تجزیہ

Dr. Uzma Noreen*
Lecturer Urdu Department G.C Women University Sialkot
uzma.noreen@gcwus.edu.pk

Abstract

Mirza Ghalib and Allama Muhammad Iqbal are considered two of the greatest poets of Urdu literature, but there are significant differences in their intellectual tendencies, concept of life and poetic objectives. Both considered issues such as human existence, the universe and destiny, but their conclusions and perspectives are different from each other.

For Ghalib life is a complex mystery and enigma that cannot be fully understood. The element of wonder, doubt and quest is prominent in his poetry. He considers the hidden secrets of the universe but raises questions instead of reaching any final conclusion. On the contrary, Iqbal calls life action, movement and continuous struggle. According to him, the purpose of man is to achieve heights by utilizing his abilities. Iqbal's poetry invites hope, faith and action.

For Ghalib man is aware of his weaknesses, desires and limitations. For him, man is a sensitive and intellectual being who tries to understand the mysteries of the universe.

For Iqbal, man is the bearer of "self" and the vicegerent of God. He considers man as the source of willpower, self-confidence and creativity. Iqbal's ideal man creates his own destiny.

Ghalib gives great importance to intellect and thought. Philosophical reflection is prominent in his poetry and he tries to look at problems from a rational angle.

Although Iqbal does not deny the importance of intellect, he gives love a higher position than intellect. According to him, it is love that leads a person to action, creation and closeness to Allah.

Ghalib's style is questioning and curious. He also ponders religious issues and sometimes seems to challenge traditional concepts. For him, spirituality is a personal experience. Iqbal's intellectual system is based on a new interpretation of Islamic teachings and Sufism. He considers Islam to be a dynamic and revolutionary force that builds both the individual and society

Ghalib's poetry is primarily an expression of human feelings, philosophical problems and internal experiences. His emphasis is more on the inner world of the individual. Iqbal uses poetry as a means of awakening the nation, reforming society, and intellectual revolution. The purpose of his poetry is to give the nation a message of movement, self-reliance, and freedom.

Key Words:

Mirza Ghalib, Allama Muhammad Iqbal, complex mystery, element of wonder, doubt, quest, weaknesses, desires, limitations, human feelings, philosophical problems and internal experiences. Bearer of "self", the vicegerent of Allah.

اردو میں مرزا غالب اور علامہ اقبال اپنی فکری اور شعوری بلندی کے باعث منفرد اور ممتاز مقام کے حامل ہیں۔ دونوں ہی شعرا کے ہاں افکار کی ندرت، خیالات کی وسعت اور اسلوبِ بیان کی جدت نمایاں طور پر جلوہ گر ہے۔ جس کی وجہ سے غالب اور اقبال کے دینی اور فکری زاویوں میں گہری مماثلت اور یکسانیت دکھائی دیتی ہے۔ اقبال کو غالب سے شدید والہانہ عقیدت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے درمیان جو ذہنی وابستگی اور فکری رشتہ استوار ہوا، وہ اقبال کے ابتدائی دورِ شاعری سے شروع ہو کر حیاتِ اقبال کے

آخری لمحے تک پوری آب و تاب کے ساتھ بر قرار رہا۔ شاید اسی قلبی تعلقِ خاطر کو مد نظر رکھتے ہوئے ناقدین دونوں کا فکری موازنہ کرتے ہیں۔ شیخ عبد القادر نے سب سے پہلے "بانگ درا" کے دیباچہ میں یہ موازنہ اس طرح کیا۔

> "غالب اور اقبال کے فکری و شعری نظام میں اس قدر گہری اور حیرت انگیز مماثلتیں موجود ہیں کہ اگر کوئی شخص روحوں کے ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہونے (تناسخ) پر یقین رکھتا ہو، تو وہ یہ دعویٰ کرنے پر مجبور ہو جائے گا کہ مرزا اسد اللہ خان غالب کو اردو اور فارسی سخن وری سے جو جنون تھا، اس نے دنیا سے رخصتی کے بعد بھی ان کی روح کو سکون سے نہ بیٹھنے دیا۔ غالب کے اسی جذبۂ عشق نے ان کی روح کو مجبور کیا کہ وہ دوبارہ کسی انسانی قالب کا روپ دھار کر شعر و ادب کے گلشن کو رونق بخشے۔ چنانچہ اسی فکری تسلسل کے تحت اس روح نے پنجاب کی دھرتی کے ایک تاریخی شہر سیالکوٹ میں دوبارہ جنم لیا اور دنیا اسے شیخ محمد اقبال کے نام سے جانتی ہے"۔۱

علامہ اقبال کے بارے میں شیخ عبد القادر کی اس رائے سے مکمل طور پر اتفاق کرنا ممکن نہیں ہے، کیونکہ دونوں عظیم شعرا کے مابین تصورات اور فکری ہم آہنگی کے باوجود کئی نمایاں فکری تفاوت اور اختلافات بھی پائے جاتے ہیں۔ بعض مقامات پر تو یہ فکری فاصلے اس قدر بڑھ جاتے ہیں کہ دونوں کو ایک ہی ترازو میں تولنا یا ان کا آمنے سامنے موازنہ کرنا بھی ناممکن محسوس ہوتا ہے۔ اس لیے علمی اور تحقیقی بنیادوں پر یہ مفروضہ بالکل درست نظر نہیں آتا کہ اقبال کی شاعری میں محض غالب ہی کی روح کار فرما تھی، کیونکہ اقبال کا اپنا ایک مستقل، منفرد اور وسیع فکری جہان ہے۔ڈاکٹر فرمان فتح پوری اس سے یوں اختلاف کرتے ہیں۔

> "یہ سمجھنا کہ علامہ اقبال کی شاعری میں غالب ہی کی روح کار فرما ہے، یا اقبال کی شکل میں غالب نے دوبارہ جنم لیا ہے، کسی طور بھی درست تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ اقبال کو غالب کی روح کا ارتقائی روپ قرار دینا محض ایک جذباتی خوش عقیدتی تو ہو سکتا ہے، لیکن حقیقی علمی واقعات اور ٹھوس شواہد سے اسے ثابت کرنا ممکن نہیں۔ البتہ، یہ حقیقت مسلم ہے کہ جس طرح اقبال نے دنیا کے دیگر بڑے مفکرین اور حکما کے افکار سے استفادہ کیا، اسی طرح انہوں نے اردو کے اس عظیم شاعر (غالب) سے بھی فیض اٹھایا۔"۔۲

بلاشبہ، غالب اور اقبال کے بعض تصورات میں ہم آہنگی اور یکسانیت کا رنگ نمایاں ہے، مگر اس اشتراک کے باوجود دونوں کی تخلیقی صلاحیتوں، فکری پرواز اور انفرادی خصوصیات میں ایک واضح بعد اور فاصلہ دکھائی دیتا ہے۔ اس فرق کی بنیادی وجہ دونوں شعرا کی منفرد شخصیات، الگ الگ داخلی احوال اور ان کا مختلف سیاسی و سماجی ماحول ہے جس نے ان کے طرزِ فکر میں یہ نمایاں تنوع اور خصوصیات پیدا کیں۔

غالب اور اقبال کے طرز فکر میں جو بنیادی فرق ہے اس کی وجوہات دونوں شعراء کے ابتدائی حالات اور تعلیم و تربیت کے تقابلی جائزے سے بخوبی کبھی جا سکتی ہیں۔

علامہ اقبال کی خوش قسمتی اور اقبال مندی یہ تھی کہ ان کے تعلیمی سفر کے ہر مرحلے پر انہیں ایسے جلیل القدر اساتذہ میسر آئے جنہوں نے ان کی فطری صلاحیتوں کو نکھارا اور جلا بخشی۔ ابتدائی تعلیم کے آغاز ہی میں انہیں شمس العلماء سید میر حسن جیسے شفیق اور عالمِ باعمل استاد کی سرپرستی حاصل ہو گئی، جنہوں نے اقبال کو اسلامی علوم، تصوف اور عرفان کے اسرار و رموز سکھانے کے ساتھ ساتھ علومِ قدیم و جدید سے بھی مالا مال کیا۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مولوی میر حسن ہی وہ ہستی تھے جنہوں نے اقبال کی علمی و فکری بنیادیں استوار کر کے انہیں صحیح معنوں میں "اقبال" بنایا۔۔ اپنے استاد محترم کے علمی فیضان کا خود اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں :

وہ شمع بارگہِ خاندانِ مرتضوی
رہے گا مثلِ حرم جس کا آستاں مجھ کو
نفس سے جس کے کھلی میری آرزو کی کلی
بنایا جس کی مروت نے نکتہ داں مجھ کو۔۳

اب ذرا غالب کی ابتدائی زندگی اور تعلیم و تربیت کی داستان دیکھیے، جو اقبال کے سازگار حالاتِ زندگی کے بالکل برعکس مجبوری، لاچاری اور بے بسی کا ایک دلگداز مرقع ہے۔ آغاز ہی سے غالب کو اقبال جیسا آسودہ گھریلو ماحول اور خوش حال زندگی نصیب نہ ہو سکی، جس میں والدین کی شفقت اور پیار شاملِ حال ہوتا یا کوئی ان کی تعلیم و

تربیت کے لیے فکر مند دکھائی دیتا۔ وہ بمشکل پانچ برس کے تھے کہ سایۂ پدری سر سے اٹھ گیا۔ والد کی وفات کے بعد چچا نے ان کی پرورش کی ذمہ داری سنبھالی، لیکن ابھی غالب کی عمر نو برس ہی تھی کہ یہ سہارا بھی ہمیشہ کے لیے چھوٹ گیا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے نانا کی آغوشِ امارت میں پناہ ڈھونڈی، جہاں ان کا بچپن انتہائی لاابالی انداز میں بسر ہوا۔ شطرنج اور چوسر کی بازیاں، پتنگ بازی کا شغل اور بے فکرے دوستوں کی صحبت میں شراب نوشی کی ایسی لت پڑی جس نے مرتے دم تک ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔ بچپن میں کسی باقاعدہ نگران اور تعلیمی تربیت سے محرومی ہی کا نتیجہ تھا کہ غالب کی شخصیت میں یہ بے باکی اور رندانہ روش پیدا ہوئی۔

غالب تمام عمر مسجد کے زیرِ سایہ (جوار میں) رہنے اور طاعت و زہد کے ثواب سے بخوبی واقف ہونے کے باوجود، کبھی نماز روزے کی طرف راغب نہ ہو سکے۔ اگر ان کے ناموافق خاندانی ماحول اور تربیت سے محرومی سے قطع نظر بھی کیا جائے، تو اقبال کے برعکس غالب کی باقاعدہ یا رسمی تعلیم کا بھی کوئی خاص اہتمام نہ ہو سکا۔ جہاں اقبال کو زندگی کے ہر قدم پر شفیق اور جلیل القدر اساتذہ کی سرپرستی میسر آئی، وہاں غالب تمام عمر کسی ایسے ایک استاد کی صحبت کو بھی ترس گئے جو ان کی خفتہ (سوئی ہوئی) صلاحیتوں کو بیدار کر سکتا یا ان کے مسِ خام (کچے تانبے) کو کندن بنا ڈالتا۔ یہی استادِ کامل سے محرومی غالب کی ابتدائی زندگی کا سب سے بڑا المیہ تھی۔۔ اس سلسلہ میں مولانا حالی "یادگار غالب میں رقم طراز ہیں:

> "۔۔۔۔ مرزا کی زبان سے یہ بھی سنا گیا کہ مجھ کو مبداء فیاض کے سوا کسی سے تلمذ نہیں۔ عبد الصمد محض ایک فرضی نام ہے کیونکہ لوگ مجھے بے استاد کہتے تھے ان کا منہ بند کرنے کو میں نے ایک فرضی استاد گھڑ لیا ہے۔"۔۴

غالب کی تمام زندگی غمِ دوراں، غمِ جاناں اور مسلسل کشمکش کی ایک طویل داستان ہے جس پر گردشِ ایام نے اپنے تمام تر ستم خوب آزمائے۔ وہ تیرہ برس کی مختصر عمر ہی میں ازدواجی زندگی کی گراں بار ذمہ داریوں میں جکڑ دیے گئے۔ ان کی پوری جوانی فکرِ معاش، آمدنی کے فقدان، مصارف کی زیادتی، خانگی الجھنوں، سات بچوں کی یکے بعد دیگرے وفات، محبوبہ کی موت، اکلوتے بھائی کی دیوانگی و قتل، اور زمانے کی قدر ناشناسی کی نذر ہو گئی۔ مزید بر آں، 'برہانِ قاطع' کے ادبی معرکے میں توہین کا جان لیوا احساس، قمار بازی کے الزام میں قید و بند کی سزا، جواں سال بھانجے عارف کی ناگہانی مرگ، پنشن کی بندش اور دَر دَر کی ٹھوکریں ان کا مقدر بنی رہیں۔ رہی سہی کسر ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی نے پوری کر دی، جس کی صورت میں مصائب کا ایک اور آسمان ان کے سر پر ٹوٹ پڑا۔ اس المیے کے نتیجے میں غالب کے اعزہ و اقارب اور احباب پر مقدمات کا طویل سلسلہ، سزائیں، پھانسیاں، جائیدادوں کی ضبطی اور قرض خواہوں کے روز روز کے تقاضے وہ سنگین حالات تھے، جن کے حصار میں غالب کی منفرد اور ستم رسیدہ شخصیت کی تشکیل ہوئی۔

بچپن کی محرومی اور جوانی کی سوگواری کے بعد غالب کا بڑھاپا بیماریوں اور تکلیفوں کا ایک ایسا ہجوم سمیٹ کر لایا جس نے انہیں وقت سے پہلے ہی زندہ در گور کر دیا۔ حالات کی اسی شدید ناسازگاری کا نتیجہ تھا کہ ان کی شاعری کا محور زیادہ تر ان کی اپنی ذات ہی بنی رہی اور انہیں اپنے ذاتی دکھوں کے حصار سے نکل کر فکرِ دنیا میں سر کھپانے کی فرصت ہی نہ مل سکی۔ زندگی کے انھی نشیب و فراز کی بدولت غالب کے ہاں علامہ اقبال کی طرح کوئی واضح، منظم اور مربوط فکری ارتقا دکھائی نہیں دیتا، بلکہ حالات کی مسلسل تلخی نے ان کی شخصیت کو غیر معمولی طور پر پہلو دار اور ایک 'مجموعۂ اضداد' بنا ڈالا۔ ڈاکٹر وزیر آغا غالب کی شخصیت کے اسی منفرد رخ کا جائزہ لیتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ۔

> "غالب کی شخصیت ایک مجموعۂ اضداد ہے جو ضبط اور برہمی، غم اور مسرت، لگاؤ اور بے نیازی، محبت اور نفرت، خوشامد اور خودداری جیسی تمام متضاد کیفیات اور رجحانات کی آئینہ دار ہے۔ اس میں کونپل کی سی لچک، چٹان کی سی سختی اور پارے کی سی بے قراری پائی جاتی ہے؛ وہ ایک ایسا محشرِ خیال ہیں جن کے لبوں پر ہنسی لیکن دل میں طوفانِ غم ہے، زبان پر بظاہر خوشامد ہے لیکن تصور عرش پر ہے، مظاہرِ دنیا سے شدید لگاؤ کے باوجود بے نیازی ان کا مسلک ہے، اور وہ زندگی کو ایک متاعِ گراں بہا سمجھنے کے ساتھ ساتھ موت کو اپنی عزیز ترین منزل تصور کرتے ہیں۔"۔۵

حالات کی ناسازگاری کے باعث غالب کی شخصیت ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھی۔ اس بارے میں وہ خود ایک خط میں یوں گویا ہیں۔

> "قلندری، آزادگی و ایثار و کرم کے جو دوائی میرے خالق نے مجھ میں بھر دیے تھے بقدر ہزار ایک ظہور میں نہ آئے۔"۔٦

اس کے بوجود مرزا غالب کی شاعری اردو ادب کی تاریخ میں ایک چونکا دینے والی اور منفرد آواز ہے۔ وہ ایک انتہائی ذہین، رنگا رنگ شخصیت اور حکیمانہ مزاج کے مالک تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری بھی وسیع، گہرے، متضاد اور متنوع تجربات کا ایک ایسا دلکش مجموعہ ہے جس پر ان کی اپنی پُرکشش شخصیت کی ناقابلِ تردید چھاپ لگی ہوئی ہے۔ فارسی شعرا کی فکری بصیرت سے بھرپور استفادہ کرنے کے باوجود، غالب نے کسی بھی ایرانی یا فارسی اسلوب کو اپنے فکروفن پر حاوی نہیں ہونے دیا۔ ان کے کلام کی یہی بوقلمونی (رنگا رنگی) اور پہلوداری آج بھی ہر صاحب ذوق قاری کا دامنِ دل اپنی طرف کھینچتی ہے۔ علامہ اقبال نے بھی اردو ادبیات کی روایت سے فیض یاب ہونے کے لئے غالب ہی کا انتخاب کیا کیونکہ اقبال نے اپنی غیر معمولی ذہانت اور صحت مند تنقیدی شعور کی بنا پر غالب کے کلام کی فکری بنیادوں کو سمجھ لیا تھا۔ خلیل الرحمن اعظمی لکھتے ہیں کہ:

"اقبال جو بات کہنی چاہتے تھے وہ ولی، قائم، میر، مومن یا خود ان کے استاد رائج کی زبان میں ادا نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لئے لامحالہ غالب کے طرز گفتار سے انہوں نے فائدہ اٹھایا لیکن ان کی شخصیت اور ان کا وجدان غالب سے بالکل منفرد ہے اس لئے موضوعات کے سلسلے میں انہوں نے ایک نئی سمت میں سفر کیا۔"۔۷

غالب اور علامہ اقبال کے مابین نہ صرف طبعی رجحانات (اختلافِ طبائع) اور مقاصدِ شاعری کا فرق نمایاں ہے بلکہ ان کے مخصوص فکری تصورات کے حوالے سے بھی واضح تضادات اور اختلافات ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔ اگرچہ غالب اور اقبال دونوں ہی نے اپنی شعری کائنات کی بنیادی عمارت ٹھوس فکر و فلسفہ پر استوار کی ہے لیکن اس کے باوجود غالب کے طرزِ تفکر اور اقبال کے نظامِ فکر میں ایک نمایاں تفاوت اور دوری موجود ہے۔ جہاں غالب کا تفکر زیادہ تر انسانی وجود کے تضادات، تشکیک اور داخلی احوال کے گرد گھومتا ہے، وہاں اقبال کی فکر ایک منظم مقصدیت، خودی اور اجتماعی بیداری کی علمبردار نظر آتی ہے۔

اقبال کے برعکس، مرزا غالب کی شاعری کا بنیادی موضوع ان کے شدید قسم کے داخلی اور ذاتی تاثرات ہیں۔ لیکن ان کی سب سے بڑی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ جذبات کی بوقلمونی، بیان کی ندرت، اور تجربات کی تمام تر پیچیدگی و تنوع کے باوجود بھی عقل و دانش کا عنصر دیگر تمام عناصر پر حاوی نظر آتا ہے۔ غالب آفاقی انداز کے شاعر ہیں۔ وہ اپنے گردوپیش اور زمانے کے احوال کو پہلے اپنی ذات میں جذب کر کے صیغۂ واحد متکلم کے استعمال کے باوجود ان کی ذاتی آواز ایک فرد کی نہیں بلکہ اپنے پورے عہد کی نمائندہ آواز بن جاتی ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ کیجئے۔

یارب زمانہ مجھ کو مٹاتا ہے کس لیے
لوح جہاں پر حرف مکرر نہیں ہوں میں۔۸

مثال یہ مری کوشش کی ہے کہ مرغ اسیر
کرے قفس میں فراہم خس آشیاں کے لیے۔۹

میری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی
ہیولیٰ برق خرمن کا، ہے خون گرم دہقاں کا۔۱۰

اس سلسلے میں اسلوب احمد انصاری کا خیال ہے کہ۔

"اقبال اور غالب میں ایک اساسی فرق ہے۔ اقبال نے اپنی شعری کائنات کو اس مرکزی اور مربوط نظام فکر سے سجایا ہے جسے انہوں نے مختلف سرچشموں سے فیضان حاصل کر کے مرتب کیا ہے دو سرچشمے یہ ہیں۔ قرآن کریم، فارسی شعراء، اسلامی اور مغربی مفکرین، جدید علوم اور سائنس جب کہ غالب کے لئے کوئی نظام فکر یا زندگی کی کوئی تفسیر مکمل اور بصیرت افروز تجربہ نہیں بن سکی۔ اس لئے ان کی شاعری ان مجردات کا تعقلی بیان ہے جو انہوں نے اپنے تجربے سے اخذ کئے ہیں۔۱۱

غالب کے حکیمانہ مزاج کا انداز دیکھیں۔

دہر جز جلوہ یکتائی معشوق نہیں
ہم کہاں ہوتے اگر حسن نہ ہوتا خود بیں۔ ۱۲

فنا کو سونپ گر مشتاق ہے اپنی حقیقت کا
فروغ طالع خاشاک ہے موقوف گلخن پر۔ ۱۳

نہ گلِ نغمہ ہوں نہ پردہ ساز
میں ہوں اپنی شکست کی آواز۔ ۱۴

غالب کے مقابلے میں اقبال ایک عظیم مصلح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ایک فلسفی شاعر ہیں۔ انہوں نے اپنے مخاطب اور قاری کو محض مروجہ شاعری ہی نہیں دی بلکہ زندگی کا ایک مربوط، منظم اور عملی فلسفہ عطا کیا۔ جس کے نظامِ حیات کی بنیادی عمارت "تصورِ خودی" پر استوار ہے۔ اقبال نے اپنے اسی گہرے فکری و نظریاتی فلسفے کو شعر کے خوبصورت سانچے میں ڈھال کر پیش کیا، اور اسی وصفِ خاص کی بنا پر ان کا کلام خالص فلسفیانہ اور حکیمانہ رنگ اختیار کر جاتا ہے۔ انہوں نے شاعری کو محض تفریح یا جذبات نگاری کے بجائے حکمت کا درجہ دیا؛ کیونکہ وہ ایک عظیم دانشور تھے، اور ایک دانشور کا ذہن عام انسان کے مقابلے میں کہیں زیادہ مرتب، منظم اور دُور اندیش ہوتا ہے جو کائنات کو ایک منفرد زاویے سے دیکھتا ہے۔۔ اس طرح اسلوب انصاری لکھتے ہیں۔

> "دانشوری اپنے گردوپیش کے حالات سے مطمئن نہیں ہوتی۔۔۔ دانشوری دیدہ بینار کھتی ہے اور اپنا نور بصیرت عام کرنا چاہتی ہے۔ دانشوری ان حقائق سے آنکھیں چار کرتا ہی نہیں سکھاتی جو عام نظروں میں نہیں ہیں، وہ حقائق کو بدلنا بھی چاہتی ہے۔۔۔ دانشور انقلاب نہیں لاتا، وہ انقلاب کے لئے فضا ہموار کرتا ہے۔۔۔"۔ ۱۵

دیگر یہ کہ اقبال نے مخصوص نظریاتی اور ملی مقاصد کے حصول کی خاطر شاعری کو ذریعۂ اظہار بنایا۔ اس کے برعکس مرزا غالب کی شاعری کسی ایک مخصوص نظامِ فکر کی پابند نہیں۔ اقبال ایک مذہبی مفکر، معلمِ اخلاق، قومی رہنما، مصلحِ قوم، ایک واضح آدرش کے مبلغ، سیاست دان اور حریت پسند شاعر بن کر ابھرے۔ جب کہ غالب صرف اور صرف ایک سچے شاعر تھے نہ مصلح، نہ سیاست دان، نہ کسی مربوط نظامِ فکر کے داعی اور نہ ہی معلمِ اخلاق۔ چنانچہ خالص ادب کے نقطۂ نگاہ سے غالب کو اقبال پر ترجیح دی جا سکتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ان کی شاعری کا افق حد درجہ وسیع ہے اور موضوع خالص انسانی احساسات، جذبات، پیچیدہ رشتوں اور باہمی رابطوں پر محیط ہے۔ اس کے علاوہ دونوں کے تغزل کا بنیادی فرق یہ ہے کہ غالب کا تغزل عام دنیا کے حقیقی حالات اور زمینی حقائق سے زیادہ وابستہ ہے۔ ان کی شاعری میں بیشتر عام انسانی خواہشوں، امنگوں اور مایوسیوں کا ذکر ملتا ہے، اور انسانی نفسیات کے ان پہلوؤں سے غالب کی واقفیت اقبال کے مقابلے میں کہیں زیادہ گہری، جاندار اور حقیقت پسندانہ ہے مثالیں ملاحظہ کیجئے۔

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا۔ ۱۶

میں اور بزم مے سے یوں تشنہ کام آؤں
گر میں نے کی تھی توبہ ساقی کو کیا ہوا تھا۔ ۱۷

وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو۔ ۱۸

میں نے کہا کہ بزم ناز چاہیے غیر سے تہی
سن کر ستم ظریف نے مجھ کو اُٹھا دیا کہ یوں۔۱۹

علامہ اقبال اصلاً ایک فلسفی مفکر تھے اور مرزا غالب اصلاً ایک سچے شاعر۔ اقبال کے فلسفی ہونے کی وجوہات یہ ہیں کہ وہ اپنی شاعری کے ذریعے زندگی کا ایک مربوط، منظم اور کئی جہتوں سے ایک مکمل اور عملی فلسفہ حیات پیش کرتے ہیں۔ ان کے اسی فلسفے نے قاری کو "خودی" کے حقیقی مفہوم اور اس کی تاریخی اہمیت سے روشناس کرایا اور مختلف مثالوں و دلیلوں کے ذریعے اس حقیقتِ کبریٰ سے پردہ اٹھایا کہ خودی کو منوانے یا اس کی حفاظت کے لیے عمل پیہم اور مسلسل جدوجہد ضروری ہیں۔ اقبال کے فکری نظام کے باقی تمام تر عناصر، تصورات اور اجزا اسی مرکزی محور کے گرد گھومتے نظر آتے ہیں۔ اقبال کی اسی حکیمانہ اور دور اندیش فطرت کا اندازہ کرنے کے لیے یہ اشعار پیش خدمت ہیں۔

یہ موج نفس کیا ہے؟ تلوار ہے
خودی کیا ہے؟ تلوار کی دھار ہے
خودی کیا ہے؟ راز درون حیات
خودی کیا ہے؟ بیداری کائنات
خودی جلوہ بدمست و خلوت پسند
سمندر ہے اک بوند پانی میں بند
اندھیرے اجالے میں ہے تابناک
من وتو سے پیدا، من وتو سے پاک
ازل اس کے پیچھے ابد سامنے
نہ حد اس کے پیچھے نہ حد سامنے
زمانے کے دریا میں بہتی ہوئی
ستم اس کی موجوں کے سہتی ہوئی
تجسس کی راہیں بدلتی ہوئی
دمادم نگاہیں بدلتی ہوئی
سبک اس کے ہاتھوں میں سنگِ گراں
پہاڑ اس کی ضربوں سے ریگ رواں
سفر اس کا انجام و آغاز ہے
یہی اس کی تقویم کا راز ہے
ازل سے ہے یہ کشمکش میں اسیر
ہوئی خاک آدم میں صورت پذیر
خودی کا نشیمن ترے دل میں ہے
فلک جس طرح آنکھ کے تل میں ہے۔۲۰

SCRR

حقائق و واقعات اقبال کی نظر میں حکیمانہ نقطہ نظر سے پرکھنے ضروری ہیں۔جب کہ غالب کی نظر میں حقائق ذاتی جذبات و احساسات ہیں۔اس طرح فلسفیانہ مسائل بھی ان کی زبان سے سادہ انداز میں ادا ہوتے ہوئے ایک روح پرور اور نشاط انگیز تجربہ بن جاتے ہیں۔ان کی حکیمانہ فطرت شاعرانہ فطرت سے پوری طرح ہم آہنگ نظر آتی ہے۔شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں کہ۔

"اقبال کا طائرِ فکر حکمت اور فلسفہ کی ان بلندیوں پر گرم پرواز رہتا ہے جہاں سے یہ جہان ایک دھندلا ساستارہ نظر آتا ہے"۔۲۱

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اقبال ایک قوم کو تو متحرک کر سکے لیکن ان کا فلسفہ ماورائیت اور مابعد الطبیعاتی مسائل کی وجہ سے گنجلک بن کر رہ گیا ہے۔خودی کا مفہوم، اس کے مراحل، منازل تربیت، بے خودی سے اس کا تعلق عشق کے مثالی اور ماورائی تصورات اور ان کا مابعد الطبیعاتی رنگ خالص شعری وژن کے نہیں بلکہ صرف فلسفیانہ ذہن وفکر کی پیداوار نظر آتے ہیں۔بقولِ ڈاکٹر یوسف حسین خان۔

غالب کی فکر جذباتی اور اقبال کا جذبہ مفکرانہ انداز رکھتا ہے۔" ۲۲

غالب اور اقبال کے تخیل اور شعور میں فرق کے لیے مندرجہ ذیل اشعار پیش خدمت ہیں۔

ہے دلِ شوریدہ غالب طلسم پیچ و تاب
رحم کر اپنی تمنا پر کہ کس مشکل میں ہے۔۲۳

غالب

گماں آباد ہستی میں یقیں مردِ مسلماں کا
بیاباں کی شبِ تاریک میں قندیل رہبانی۔۲۴

اقبال

ہم موحد ہیں ہمارا کیش ہے ترکِ رسوم
ملتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایماں ہو گئیں۔۲۵

غالب

بتانِ رنگ وخوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی۔۲۶

اقبال

نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا
کاغذی ہے پیراہن ہر پیکر تصویر کا۔۲۷

غالب

مجھو پیدا کر کے اپنا نکتہ چیں پیدا کیا
نقش ہوں اپنے مصور سے گلا رکھتا ہوں میں۔۲۸

اقبال

مجموعی طور پر اوپر دیے گئے اشعار کے فکری زاویوں سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ زندگی کے حقائق کو ان دونوں بزرگ شاعروں نے اپنے اپنے انداز میں سمجھنے کی کوشش کی ہے اور ان حقائق کی فلسفیانہ توجیہہ بھی دونوں کے ہاں ملتی ہے۔لیکن اس کے باوجود دونوں کے ذہنی زاویے، افتادِ طبع اور شعور میں نمایاں فرق موجود ہے۔غالب کے سامنے زندگی کا کوئی متعین، مخصوص اور پہلے سے طے شدہ فکری خاکہ نہیں تھا۔اس کے برعکس علامہ اقبال اپنی منزلِ مقصود کا ایک واضح اور دوٹوک تصور رکھتے تھے۔

غالب کا شعور کسی حد تک اجتماعی درد سے خالی ہو کر زیادہ تر فرد کی داخلی دنیا کا اسیر رہا جب کہ اقبال نے اپنے افکار اور بلند پرواز تخیل کو خالصتاً ملی اور اجتماعی مقاصد کے حصول کا مؤثر ذریعہ بنایا۔

حوالہ جات

۱۔ شیخ عبدالقادر، دیباچہ بانگ درا، از محمد اقبال شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۸۸ء، ص د

۲۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری، غالب، شاعر امروز فردا، اظہار سنز لاہور، ۱۹۷۰ء، ص ۵۹

۳۔ محمد اقبال، بانگ درا، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۸۸ء، ص ۹۷

۴۔ الطاف حسین حالی، یادگارِ غالب، فکشن ہاوس لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۸

۵۔ ڈاکٹر وزیر آغا، غالب کی شخصیت، مشمولہ احوال و نقدِ غالب۔ مرتبہ محمد خان سیال، علم و عرفان پبلشرز لاہور، ص ۸۶

۶۔ غلام رسول مہر، خطوط غالب، مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۸۶ء، ص ۸۵

۷۔ خلیل الرحمان اعظمی، غالب اور عصر جدید، مشمولہ احوال و نقدِ غالب۔ مرتبہ محمد خان سیال، ص ۱۹۵

۸۔ اسد اللہ خاں غالب، دیوان غالب، فضل سنز لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۱۳۷

۹۔ ایضاً، ص ۲۸۷

۱۰۔ ایضاً، ص ۴۲

۱۱۔ اسلوب احمد انصاری، غالب کی شاعری کے چند بنیادی عناصر، مشمولہ مشمولہ احوال و نقدِ غالب۔ مرتبہ محمد خان سیال، ص ۱۶۴، ۱۶۵

۱۲۔ اسد اللہ خاں غالب، دیوان غالب، ص ۳۰۱

۱۳۔ ایضاً، ص ۷۳

۱۴۔ ایضاً، ص ۱۸

۱۵۔ آل احمد سرورؔ، دانشورِ اقبال، اترپردیش اردو اکادمی لکھنو، ۱۹۹۹ء، ص ۱۸

۱۶۔ ایضاً، ص ۸۱

۱۷۔ اسد اللہ خاں غالب، دیوان غالب، ص ۴۷

۱۸۔ ایضاً، ص ۱۵۳

۱۹۔ ایضاً، ص ۱۱۰

۲۰۔ اقبال، بالِ جبریل، کلیاتِ اقبال، از محمد اقبال شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۴۱۹، ۴۲۰

۲۱۔ ڈاکٹر شیخ محمد اکرام، حکیم فرزانہ، اترپردیش اردو اکادمی لکھنو، ۲۰۰۴ء، ص ۱۷۱

۲۲۔ ڈاکٹر یوسف حسین خاں، غالب اور اقبال کی متحرک جمالیات، ہندوستانی اکیڈمی علی گڑھ، ۱۹۹۸ء، ص ۳۲

۲۳۔ اسد اللہ خاں غالب، دیوان غالب، ص ۲۴۷

۲۴۔ محمد اقبال، بانگ درا، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۸۸ء، ص ۲۷۰

۲۵۔ اسد اللہ خاں غالب، دیوان غالب، ص ۱۳۹

۲۶۔ محمد اقبال، بانگ درا، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۸۸ء، ص ۲۷۰

۲۷۔ اسد اللہ خاں غالب، دیوان غالب، ص ۱

۲۸۔ محمد اقبال، بانگ درا، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۸۸ء، ص ۱۲۳

SCRR